نظم و مناسباتِ قرآن

جواد حیدر☆

قرآن مجید علم کا بحر بیکراں ہے جس میں جتنا بھی گہرا اترا جائے تشنگی اتنی ہی بڑھتی ہے۔ یہ کسی ایک مخصوص فن کی کتاب نہیں اور نہ ہی ایسی کتاب ہے جس میں کچھ کہنا باقی رہ گیا ہو۔ یہ اسلامی شریعت کا اوّلین سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید کے بے شمار علوم میں سے ایک علم نظم و مناسبات کا بھی ہے، جس کی بنیاد قرآن مجید کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر ہے۔ اس بنیاد پر انسانی عقل نے جو کچھ جانا صفحات کی زینت بنا دیا۔

اس علم کے تعارف، اس کی اقسام اور حیثیت کے بارے میں جدید و قدیم لٹریچر میں بہت سے نظریات ملتے ہیں۔ ہم اس حقیری کاوش میں ان کا علمی جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

لغوی و اصطلاحی مباحث

لغوی تعریف

لغت میں نظم کا معنی باہم ملانا، ترتیب دینا، منسلک کرنا ہے[۱]۔ لڑی، منسلک، موزوں کلام، بندوبست کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے[۲]۔ صاحب معجم الوسیط لکھتے ہیں: ''یقال نظم من لؤلؤ'' یعنی موتیوں کی لڑی اور اسی طرح ترتیب اور ملانے[۳] کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مناسبت کے لغوی معنی موزوں، موافق، مشابہ[۴]، باہمی تعلق، موزونیت[۵]، ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ملانا[۶] کے ہیں۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:

وتقول لیس بینھما مناسبة، ای : مشاکلة[۷]

''جیسے آپ کا کہنا کہ ان دونوں میں مناسبت نہیں ہے، یعنی مشاکلت نہیں ہے''۔

گویا مناسبت کے معنی اتصال، مقاربت، موافقت، مشابہت، مماثلت اور مشاکلت وغیرہ کے ہیں۔

☆شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی لاہور

© rasailojaraid.com

اصطلاحی تعریف اور معنی و مفہوم

کسی ایک آیت میں جملوں، آیات یا سورتوں کے باہمی ربط کا کوئی سبب نظم قرآن یا مناسبت قرآن کہلاتا ہے۔ (۸)

امام سیوطی کا فرمانا ہے کہ آیات وغیرہ میں مناسبت ایسا معنی ہوتا ہے جو ان آیات کے مابین ربط کا کام دے (۹)۔ البقاعی لکھتے ہیں "یہ ایسا علم ہے جس سے قرآن مجید کے اجزاء کی ترتیب کی معرفت حاصل ہوتی ہے"۔ (۱۰)

امام سیوطیؒ نے ابن العربی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قرآن کی آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ یوں ربط دینا کہ وہ سب مل کر ایک باہم مناسبت رکھنے والے الفاظ (؟) مسلسل معانی کا ایک مجموعہ مرتب کلام اور ایک کلمہ معلوم ہونے لگے"۔ (۱۱)

امام زرکشیؒ فرماتے ہیں:

"مناسبت ایسی معقول بات کو کہتے ہیں کہ جب اسے عقلوں پر پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کر لیں"۔ (۱۲)

گویا نظم و مناسبتِ قرآن ایسا علم ہے جو قرآن مجید کے اجزاء، جملوں، آیات یا سورتوں کو ایسے معنیٔ مشترک میں پرو دینے سے عبارت ہے جس سے وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ رہیں بلکہ باہم مربوط اور مرتب دکھائی دیں اور ایک ہی بات کا تسلسل اور آہنگ معلوم ہوں۔ یہ ربط ماقبل جملے کی تفسیر سے متعلق بھی ہو سکتا ہے، عام کو خاص کرنے، علت کا معلول لانے، حکم کی حکمت بتانے اور مترادفات و متضادات لانے سے بھی۔ ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی لکھتے ہیں:

"ادب میں جب مناسبت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب دو الفاظ یا جملوں میں لفظی یا فکری و معنوی قربت اور ہم آہنگی ہوتا ہے"۔ (۱۳)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"نظم کلام کسی کلام کا ایسا جزو لاینفک ہوتا ہے کہ اس کے بغیر کسی عمدہ کلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا"۔ (۱۴)

امام سیوطی کا کہنا ہے:

"قرآن پاک کی آیات میں مناسبت کا مفہوم یہ ہے کہ دو آیات کے مابین عام معنی یا خاص معنی، عقلی و حسی مفہوم یا خیالی (؟) و قعاتی مفہوم میں کوئی قدر مشترک یا جامع تصور

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

موجود ہے‘ جس نے آیات کی موجودہ ترتیب کو قبول کیا ہے۔ مثال کے طور پر رابطہ کی ایک شکل تلازم ذہنی ہے‘ یعنی پچھلی آیت میں جو مفہوم بیان ہوا ہے اس کا ناگزیر حصہ اگلی آیت میں بیان ہو رہا ہے‘ جیسے علت اور معلول کا رابطہ ہے‘ ایک آیت میں کوئی حکم بیان ہوا اور بعد کی آیت میں اس کی علت وحکمت بیان ہوئی اور دونوں آیات نے مل کر مفہوم کے پیکر کو مکمل کر دیا۔ رابطہ کی ایک شکل شے اور اس کی ضد کا بیان ہے‘ ایک آیت میں ایک تصور اور نظریہ کی وضاحت کر دی گئی اور دوسری آیت میں اس کے متضاد تصور اور متصادم نظریہ کی کیفیت بیان کر دی گئی اور دونوں آیتوں نے مل کر نظریہ کی تجسیم مکمل کر دی‘‘۔(۱۵)

نظم و مناسبت کی اقسام

تیسری صدی ہجری میں علوم کے بے حد پھیلاؤ کے بعد نکتہ سنجیوں‘ عجائب وغرائب قرآن کی [illegible] اور فقہی و تفسیری موشگافیوں نے زور پکڑا‘ اور قرآن مجید کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کے اس بیان:

((لَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ))(۱۶)

’’علماء اس قرآن سے سیر نہیں ہوتے‘ یہ قرآن کثرت تلاوت سے پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائب نہ ختم ہونے والے ہیں‘‘ کے مطابق بحر قرآنی میں لوگوں نے غوطے لگا کر اس کے عجائب تلاش کرنے شروع کیے تو اس سے بے شمار علوم کی طرح پڑتی گئی‘ قرآن سے ان کا شغف اور دلچسپی جتنی بڑھتی رہی ان کی تشنگی اتنی ہی زیادہ ہوتی چلی گئی۔ اور جب آیات وسور میں باہمی نظم ومناسبت کی بات ہوئی تو علماء اس میں بھی بہت آگے تک گئے۔ اور چونکہ ان سارے مباحث اور تعبیرات کی بناء وحی پر نہ تھی‘ بلکہ ان میں محض عقلی اور قیاسی واجتہادی زور تھا اس لیے ان میں علماء کے مابین بے حد اختلاف بھی پیدا ہوا۔ ایک طرف تو بہت بڑی تعداد میں مفسرین کا وہ گروہ تھا جس نے اس علم کے محض عقلی ہونے کی بناء پر اس سے ذرہ برابر بھی اعتناء نہ کیا۔ دوسرا مکتبۂ فکر وہ ہے جو نظم ومناسبت کو اہمیت تو دیتے ہیں‘ لیکن ہر جگہ نظم تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی اسے لازمی قرار دیتے ہیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو پورے قرآن کو منظم اور مربوط تسلیم کرتا ہے۔ پھر آگے ان کی کئی قسمیں ہیں‘ بعض وہ ہیں جو پورے قرآن مجید کو موضوع واحد اور ہیئت واحدہ

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

قرار دیتے ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جو ہر آیت کو ماقبل سے مربوط قرار دیتے ہیں اور ایک سورۃ کی تمام آیات کو ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں۔ ان میں بعض وہ بھی ہیں جو سورۃ میں ایک مرکزی موضوع منتخب کرتے اور تمام آیات کو اسی سے جوڑتے چلے جاتے ہیں۔ اسی بناء پر قرآن مجید میں نظم کی بنیادی طور پر دو اقسام اُبھر کر سامنے آتی ہیں۔

(۱) وحدة الموضوع یعنی موضوع اور مرکزی نقطہ کی وحدت۔

(۲) مناسبت کی دیگر انواع: جیسے الفاظ کا الفاظ سے ربط' اجزاء آیات کا نظم' آیات اور سورتوں کی مناسبت وغیرہ۔

نظریۂ وحدتِ موضوع

یہ نظریہ دو انداز سے پیش ہوا ہے: ایک یہ کہ پورا قرآن ایک ہی موضوع میں سمٹا ہوا ہے اور دوسرا یہ کہ ہر سورۃ کا ایک مرکزی موضوع ہے۔ پورے قرآن مجید میں وحدتِ موضوع کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ایک ہی عنوان ہے اور اسی کے تحت تمام سورتوں اور آیات کو لایا گیا ہے۔ ابن عربی اپنی کتاب ''سراج المریدین'' میں لکھتے ہیں:

ارتباط آی القرآن بعضھا ببعض حتی تکون کالکلمة الواحدة (۱۷)

یعنی ''قرآن مجید کی آیات ایک دوسرے سے اس طرح مرتبط ہیں گویا وہ ایک ہی کلمہ ہے''۔

یہ بات قرآن مجید کے جزوی مطالعہ سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ ایک ہی بات کو ثابت کرنے کے لیے ساری آیات اور سورتیں لائی گئی ہیں۔ اور پورے قرآن کی آیات باہم اس طرح جڑی ہوئی ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ ایک ہی عمارت کے مختلف دریچے ہیں۔ قرآن مجید کا موضوع ''انسان'' ہے اور پورے قرآن میں انسان کی دُنیوی واُخروی فوز وفلاح مدنظر رکھی گئی ہے۔ اور اسی نقطے کے تحت تمام آیات وسور کو باہم جوڑا گیا ہے۔

بحیثیت مجموعی قرآن کا نظام بیان کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''قرآن میں بحیثیت مجموعی بھی ایک مخصوص نظام ہے جس کا ایک پہلو تو بالکل ظاہر ہے جو ہر شخص کو نظر آ سکتا ہے' لیکن ایک پہلو مخفی ہے جو غور وتدبر سے سامنے آتا ہے''۔ (۱۸)

آگے چل کر مولانا قرآن مجید کے سات گروپ بناتے ہیں اور اس ترتیب کی حکمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اسی کو قرآنی نظم کے بحیثیت مجموعی مخفی وظاہری پہلو سمجھتے ہیں۔

وحدت موضوع ہی میں دوسرا پہلو کسی ایک سورۃ کا موضوع ہے جس کے گرد اس سورۃ کی

© rasailojaraid.com

تمام آیات رکھ دی گئی ہیں۔ فراہی مکتبۂ فکر اسے سورۃ کے عمود کے نام سے جانتا ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی لکھتے ہیں:

> ''عمود ہر سورۃ کا ایک ہی ہوتا ہے' لیکن یہی ایک بسا اوقات بہت سی چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ مثلاً سورۃ الحجرات کے عمود کو لو۔ ہے یہ ایک ہی بات' گو لغت میں ہم اس کے لیے ایک ہی جامع لفظ نہ پاسکیں۔ تعبیر مطلب کے لیے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس سورہ میں بد خلقی پر ملامت اور جھڑکی ہے' عام اس سے کہ وہ بد خلقی خیال سے تعلق رکھتی ہو' یا قول سے یا عمل سے۔ چنانچہ اس میں نبی ﷺ کے سامنے گفتگو میں سبقت' آپ کی آواز پر آواز بلند کرنے' عام آدمیوں کی طرح آپؐ کو پکارنے' بے ضرورت اور بے موقع آپؐ کو زحمت دینے اور کسی فاسق کی اطلاع پر کسی قوم پر ٹوٹ پڑنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ پھر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اصلاح' ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت اور ان کے درمیان عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد لوگوں کے ساتھ تمسخر سے' ان کی عیب جوئی سے' تنابز بالالقاب سے' بدگمانی سے' تجسس سے' غیبت سے' غرورِ نسب سے' ادعائے پارسائی سے' اور پھر سب سے آخر میں' سب سے بدترین شے' یعنی نبی کریم ﷺ پر اپنے اسلام کا احسان دھرنے سے روکا گیا ہے۔ یہ ایک مثال میں نے اس لیے پیش کی ہے کہ تم وحدت میں کثرت کا جلوہ دیکھ سکو''۔ (۱۹)

آگے چل کر انہوں نے پورا مقدمہ اس بات پر باندھا ہے کہ ہر سورہ میں ایک مخصوص نظام ہے۔ دیکھئے مقدمہ نمبر (۷) ص ۱۵' مقدمہ نظام القرآن' مجموعہ تفاسیر فراہی۔

الفاظ' آیات' اجزاءِ آیات اور سورتوں کی مناسبت

ان کی تفصیل ہم الگ الگ بیان کرتے ہیں:

(۱) الفاظ کا نظم: قرآن مجید میں جو اسلوب اپنایا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسے خوبصورت اور دلکش انداز سے آیات اور سورتوں کی بناوٹ رکھی گئی ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ ہر آیت چھوٹی ہو یا بڑی' ایک مستقل معنی رکھتی ہو یا الگ الگ معنی دینے والے مختلف اجزاء پر مشتمل ہو' حتیٰ کہ ایک ایک لفظ اور حرف بڑی خوبصورتی سے ایک دوسرے سے جوڑے گئے ہیں' کہیں آیت محض دو چار الفاظ پر مشتمل ہے' کہیں لمبے لمبے فقرات سے مزین ہے جو باہم ایک زبردست انداز سے مربوط ہیں۔ آیات میں الفاظ کا باہمی نظم یا تو محض لفظ کے ظاہری اعتبار سے ہے یا لفظ کے معنی کی حیثیت سے۔

© rasailojaraid

الفاظ کی مناسبت کا معنی کسی آیت کے ایک لفظ کا دیگر الفاظ سے جوڑ اور ربط ہے' جیسے اس آیت میں ہے کہ:

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ﴾ (یوسف)

''(یوسف کے بھائی) کہنے لگے (ابا جان) اللہ کی قسم یوسف کو ہی یاد کرتے کرتے آپ مضمحل ہو جائیں یا مر جائیں گے۔''

آیت مذکورہ میں ''تَاللّٰهِ'' کی تاء قسم کے استعمال کے لیے غریب ترین ہے۔ ''تَفْتَؤُا'' کا استمرار کے لیے افعال ناقصہ میں استعمال بھی غریب ترین ہے۔ ''حَرَضًا'' کا ہلاکت کے لیے استعمال بھی غریب ہے۔ یہاں پے در پے غریب الفاظ کا استعمال ایک انوکھا ربط قائم کیے ہوئے ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی حالت کی عکاسی میں عجب اضافے کا سبب ہے۔(۲۰)

الفاظ کے معنی کی مناسبت کا مطلب الفاظ کا ماقبل یا مابعد سے معنوی طور پر جڑنا ہے۔ جیسے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾ (الانعام: ۱۵۱)

''اور تم اپنی اولاد کو افلاس کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی (دیں گے)''۔

دوسری آیت مبارکہ میں ہے کہ:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ﴾ (الاسراء: ۳۱)

''اور تم اپنی اولاد کو غریب ہو جانے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی اور تم کو بھی رزق دیتے ہیں۔''

سورۃ الانعام کی آیت میں آباء کو رزق دینے کا تذکرہ ابناء کو رزق دینے سے پہلے کیا گیا ہے' جبکہ دوسری آیت جو سورۂ اسراء کی ہے' اس میں اولاد کو رزق دینے کا ذکر والدین کو رزق دینے سے پہلے کیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں مخاطبین فقراء ہیں جو اپنی اولادوں کو بھوک پیاس کی وجہ سے قتل کر دیتے تھے' تو انہیں کہا جا رہا ہے کہ اس غربت کے سبب اپنی اولاد کو قتل نہ کرو' ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے۔ گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ تمہیں آج تک کون دیتا آ رہا ہے؟ وہی اب

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

تمہیں بھی دے گا اور انہیں بھی!

دوسری آیت میں مخاطبین فقراء کے علاوہ اغنیاء قسم کے لوگ ہیں جو اپنی اولادوں کو غریب ہو جانے کے ڈر سے قتل کر دیتے تھے' تو انہیں کہا جا رہا ہے کہ تم غریب ہونے کے ڈر سے انہیں قتل نہ کرو' اللہ انہیں بھی دینے والا ہے اور تمہیں بھی۔

یہاں دونوں آیات میں رزق دینے کی تقدیم وتاخیر ماقبل کے اجزاء سے خوب مناسبت پیدا کر رہی ہے۔(۲۱)

آیات کے اجزاء کی مناسبت

بعض آیات تو ایک ایک جزو پر مشتمل ہوتی ہیں اور بعض کئی اجزاء اور فواصل پر۔ ان اجزاء اور فواصل کا بھی سیاق سے تعبیراً اور معناً ربط ہوتا ہے۔ جیسے آیاتِ کریمہ:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾﴾ (ابراھیم)

''اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرو تو تم ان کا احصاء نہ کر پاؤ گے۔ بے شک انسان بے حد ظالم اور ناشکرا ہے۔''

اور

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾﴾ (النحل)

''اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے' بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

مذکورہ دونوں آیات کا خاتمہ مختلف انداز سے ہو رہا ہے۔ نہ صرف یہ کہ یہ آیت ماقبل سے مربوط ہے بلکہ ماقبل مضمون کا بھی تقاضا ہے کہ آیت کا فاصل اس کے مطابق لایا جائے۔ ذرا سا غور کیا جائے تو سورۂ ابراھیم کی آیت اور اس کا فاصل ماقبل سے اس طرح مربوط ہے کہ ماقبل عبارت میں انسان اور اس کی صفات کا تذکرہ ہے' اس لیے اس آیت کا اختتام بھی انسان کے اوصاف پر کیا گیا۔ اور دوسری سورۃ النحل کی آیت میں اللہ رب العزت کی صفات کے سیاق میں اس آیت کریمہ کو لایا گیا' اس لیے اس کا خاتمہ صفاتِ باری تعالیٰ پر کیا گیا۔(۲۲)

آیات کے مابین نظم ومناسبت

آیات میں نظم ومناسبت کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

(۱) نظم ظاہر (۲) نظم غامض

پہلی قسم: نظم ظاہر

کسی آیت کا دوسری آیت سے بغیر گہرے غور و خوض سے حاصل ہونے والا ظاہری ربط "نظم ظاہر" ہے۔ اس صورت میں ایک آیت ماقبل آیت کا یا تو اعتراض ہوگی یا بدل' مؤکد ہوگی یا مفسر (۲۳) یا کسی دوسرے ظاہری انداز سے مربوط ہوگی۔ نظم کی اس قسم کے بارے میں امام سیوطی کا کہنا ہے:

" لَا كَلَامَ فِيهِ " (۲۴)

یعنی اس قسم میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ یہ کلام کا حصہ ہی ہوتا ہے جس کے بعض اجزاء کلی طور پر بعض سے متعلق ہوتے ہیں یا جزوی طور پر۔ نیز اس میں ربط واضح ہی ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) کسی آیت کا ماقبل آیت کے لیے سبب ہونا' جیسے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾﴾ (آل عمران)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں الکتاب سے کچھ حصہ دیا گیا (اور جب) انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان (اس سے) فیصلہ کیا جائے تو ان میں سے ایک گروہ اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں تو آگ نہیں چھوئے گی مگر تھوڑے ہی دن۔ اور ان کو ان کے دین میں گھڑے گئے جھوٹوں نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے"۔

یہاں پہلی آیت میں کتاب اللہ سے ان کے اعراض کا سبب دوسری آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ یعنی اہل کتاب سمجھتے تھے کہ انہیں آگ نہیں چھوئے گی اور اگر چھوئے گی بھی تو چند دن کے لیے۔

(۲) دوسری آیت کا پہلی کی تفسیر ہونا' یعنی ماقبل آیت میں پائے جانے والے اجمال کی تفسیر ہو' جیسے درج ذیل آیات میں:

© rasailojaraid.com

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾﴾ (المعارج)

''بے شک انسان بے صبرا ہے' کہ جب اسے مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے' اور جب اسے دولت ملتی ہے تو بخیل ہو جاتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ''هَلُوْعًا'' کے لفظ میں پایا جانے والا اجمال اگلی دونوں آیات میں کھولا جا رہا ہے کہ انسان کی بے صبری یہ ہے کہ تنگ حالات میں جزع وفزع کرنے لگتا ہے اور فراخی والے حالات میں بخیل ہو جاتا ہے۔ یہ انداز بھی ظاہری نظم کی ایک قسم ہے۔

(۳) دوسری آیت پہلی آیت کی تاکید ہو' جیسے:

﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (المؤمن: ۴۱'۴۲)

''اے میری قوم! کیا بات ہے کہ میں تمہیں جہنم سے چھڑانا چاہتا ہوں اور تم مجھے اس کی طرف بلا رہے ہو؟ تم مجھے بلاتے ہو تا کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراؤں اس چیز کو جسے میں جانتا نہیں''۔

ان دو آیات سے ماقبل کی آیات میں يٰقَوْمِ...... کے لفظ سے خطاب کیا گیا تھا' یہاں پھر يٰقَوْمِ کی تکرار پہلے والی آیات کی تاکید ہے۔(۲۵)

اسی آیت میں دوسری تاکید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلی آیت میں فرمایا: ﴿تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ﴾ اور دوسری آیت میں اس کی تاکید ہے کہ ﴿تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ......﴾ یعنی ان کا آگ کی طرف بلانا اور اللہ کے ساتھ کفر و شرک کی طرف پکارنا گویا آگ کی طرف بلانے کی تاکید ہے۔

(۴) دوسری آیت پہلی آیت کا بدل ہو' جیسے سورۃ الفاتحہ میں فرمایا:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

یہاں پہلی آیت میں لفظ صراط کا بدل اگلی آیت میں موجود ہے جو ماقبل صراط کا مبیّن بھی ہے۔ یہ اسلوب بھی نظم ظاہر کی ہی ایک قسم ہے۔

(۵) آیت معترضہ ہو' جیسے:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ

© rasailojaraid.com

كَرِيْمٌ﴿۷۷﴾ (الواقعة)

''ستارے جہاں ڈوبتے ہیں میں اس کی قسم اٹھاتا ہوں، تمہیں علم ہو جائے تو یہ بہت بڑی قسم ہے، بے شک یہ عزت والا قرآن ہے''۔

یہاں یہ بتانا کہ یہ بڑی قسم ہے جملہ معترضہ ہے جو درمیان والی آیت ہے اور پھر درمیان والی آیت میں ''لَوْ تَعْلَمُوْنَ'' بھی معترضہ ہے۔ کسی بھی کلام میں جملہ معترضہ لانا کلام کے اسالیب نظم کی ہی قسم ہوتی ہے۔

(۶) دوسری آیت مستثنیٰ ہو: ظاہری ربط کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ جو حکم پہلی آیت میں ثابت کیا جا رہا ہے اگلی آیت میں اس سے استثناء موجود ہو، جیسے:

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ﴾ (الاعلیٰ:۷)

''ہم آپ کو (یہ قرآن) پڑھا دیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے''۔

یہاں بعد والی آیت میں فَلَا تَنْسٰۤى سے استثناء ظاہر و باہر ہے۔

(۷) شرط اور جواب شرط کا ربط: فرمایا:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ؕ﴾

(التوبة:۱۱)

''پس اگر وہ تائب ہو جائیں اور نماز قائم کرنے لگ جائیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں''۔

گویا کفار کو دینی بھائی بنانے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ تائب ہو جائیں، نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کرنی شروع کر دیں۔

(۸) غایت، مغیا کا ربط: بسا اوقات پہلے ایک بات کر کے پھر اس کی غایت بتائی جاتی ہے، جیسے:

﴿لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ﴾ (الاعراف:۴۰)

''وہ جنت میں نہ جائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے''۔

یعنی ان کے جنت میں داخلے کی غایت یہ ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزرے۔

اس طرح ظاہری ربط کی اور بھی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں، یہاں سب کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

دوسری قسم: نظمِ غامض

آیات کے مابین ایسا ربط جو نہ تو ظاہر ہو اور نہ ہی لفظوں سے کھل کر واضح ہو رہا ہو' بلکہ معنوی اور تعبیری طور پر حاصل ہو آیات کا نظمِ غامض کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں اکثر یہ اسلوب اپنایا گیا ہے کہ جب احکام ذکر کیے جاتے ہیں تو ان کے بعد جزاء و سزا کا بیان ہوتا ہے تاکہ لوگوں کو عمل پر ابھارا جا سکے۔ پھر توحید اور تسبیح و تنزیہہ کی آیات لائی جاتی ہیں تاکہ اوامر و نواہی کی عظمت جانی جائے' اگرچہ ظاہر میں ہر آیت مستقل اور مکمل طور پر علیحدہ نظر آتی ہے۔(۲۶)

نظم کی اس قسم کے بارے میں علماء کا اختلاف واقع ہوا ہے اور قائلینِ نظم بھی اپنی اپنی تعبیرات میں مختلف نظر آتے ہیں' کیونکہ نظم کی اس قسم کا تعلق خالصتاً انسانی کاوش اور مذاق سے ہے اور انسانی کاوش میں ہمیشہ سے اصابت و خطا کا احتمال رہا ہے۔

نظم کی اس قسم کی بنیادی طور پر دو مزید اقسام ہیں:

(۱) دوسری آیت ماقبل آیت پر معطوف ہو گی۔

(۲) دوسری آیت ماقبل آیت پر معطوف نہ ہو گی۔

(۱) اگر معطوف ہے: اگر دوسری آیت ماقبل پر حروفِ عاطفہ میں سے کسی حرف کے ساتھ معطوف ہے تو اس کا بھی وہی حکم ہو گا جو معطوف علیہ کا ہے' جیسا کہ عطف میں ہوتا ہے۔ نیز ان کے درمیان جمع کرنے والی کوئی صورت بھی ہو' جیسے تضاد۔

﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ﴾ (البقرۃ:۲۴۵)

''اور اللہ ہی روزی تنگ کرتا اور کھولتا ہے''۔

اس کی مثالیں دو شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں:

ایک الطباق اور دوسری المقابلہ

☆ الطباق یہ ہے کہ دو متضاد اشیاء کو تقابل کرتے ہوئے اکٹھا کر دیا جائے۔ جیسے سفید و سیاہ' رات دن وغیرہ۔ اس کی مزید دو شکلیں ہیں: لفظی اور معنوی۔

لفظی جیسے:

﴿فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا﴾ (التوبۃ:۸۲)

''اور کم ہنسا کریں اور زیادہ رویا کریں''۔

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

معنوی جیسے:

﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾﴾ (یٰسٓ)

''وہ کہنے لگے تم تو ہماری طرح کے آدمی ہو اور اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نہیں اتاری تم تو جھوٹے ہی ہو۔ انہوں نے (جواباً) کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں (یعنی جھوٹے نہیں سچے ہیں)''۔

اس میں آخری کلمات معنوی تضاد کو واضح کرتے ہیں۔

☆ **المقابلہ**: دو اشیاء کے مابین ایسی نسبت ہوتی ہے کہ وہ اپنی بعض صفات میں تو ایک جیسی ہوں اور بعض میں مخالف ہوں' جیسے یہ آیت کریمہ ہے:

﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾﴾ (القیامۃ)

یعنی ''نہ سچ بولا نہ نماز پڑھی۔ لیکن جھوٹ کہا اور منہ پھیرا''۔

یہاں سچائی اور کذب کا نماز اور اعراض سے تقابل ہے۔ یعنی نماز اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہونا اور ''تَوَلّٰى'' اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرنا' ان کی باہمی نسبت طباق کی ہے۔[۲۷]

(۲) دوسری آیت کے معطوف نہ ہونے کی صورت میں: اگر دو آیات کے مابین عطف نہ ہو تو ان میں بعض دیگر معنوی ربط ہو سکتے ہیں جیسے تنظیر واستطراد اور حسن تخلص وغیرہ۔

☆ **تنظیر** یہ ہے کہ کوئی بات بیان کر کے آگے اس کی مثال بیان کر دی جائے۔ امام زرکشیؒ فرماتے ہیں:

فان الحاق النظير بالنظير من دأب العقلاء[۲۸]

''ایک نظیر کا دوسری سے الحاق عقلمندوں کی نشانی ہے''۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾﴾ (الحجر)

''اور کہہ دیجیے بے شک میں واضح خبردار کرنے والا ہوں (عذاب الٰہی سے) جیسا کہ ہم نے قسمیں اٹھانے والوں پر اتارا''۔

پہلے یہ بتایا کہ میں اللہ کے عذاب سے خبردار کرنے والا ہوں' پھر اس عذاب میں سے ایک قسم بیان کر دی کہ جیسے کہ مقتسمین پر عذاب اتارا تھا۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

طرف روئے سخن پھرا اور پھر اس سے اللہ کے نورِ ہدایت کے انعامات کی طرف مضمون پھیرا گیا۔ (۳۱)

☆ استطراد اور حسن تخلص میں فرق

''امام سیوطی بعض لوگوں کے حوالے سے تخلص اور استطراد میں یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ تخلص یہ ہے کہ آپ جو بات کر رہے ہیں اسے بالکل چھوڑ دیں اور مکمل طور پر اس بات کی طرف پھر جائیں جس طرف آپ نے تخلص کیا' جبکہ استطراد یہ ہے کہ آپ کسی مضمون سے اچانک دوسری بات کی طرف پھر کر واپس اسی پر آ جائیں جو پہلے کی جا رہی ہے۔ گویا درمیان والی بات آپ کا مقصود تھا ہی نہیں''۔ (۳۲)

آیات میں ربط کی اور بھی صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن اس مختصر مضمون میں ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کی سورتوں کے درمیان ربط

جس طرح سورتوں کے اندر آیات کے مابین ربط ہوتا ہے اسی طرح سورتوں کا بھی باہمی ربط ہوتا ہے۔ سورتوں کے مابین یہ مناسبت کئی انداز سے سامنے آتی ہے' مثلاً:

(۱) سورتوں کے آغاز کا اختتام سے ربط

(۲) آغاز سورہ کا ماقبل سورتوں کے اختتام سے ربط

(۳) سورتوں کے افتتاح کا باہمی ربط

(۱) سورتوں کے فواتح (آغاز) کا خواتم سے ربط

جیسے کہ سورۃ القصص کے آغاز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے علاقے کی طرف واپس لوٹانے کا وعدہ کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ مجرموں کے دوست نہ بن جایئے۔ اور پھر سورۃ کا اختتام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وعدے پر کیا گیا کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ وہاں ضرور لوٹا دیں گے جہاں سے آپ کو نکالا گیا یعنی مکہ سے۔ فرمایا گیا:

﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ﴾ (القصص:۸۵)

''بے شک وہ ذات جس نے آپ پر قرآن اتارا ہے' وہ آپ کو پہلے (مکہ) والی جگہ لوٹا دے گا۔''

© rasailojaraid.com

اور پھر وہی بات فرمائی جو شروع میں فرمائی تھی کہ:

﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾﴾ (القصص)

''آپ کافروں کے دوست نہ بن جائیے''۔

☆ سورۃ المؤمنون کے شروع میں فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١﴾﴾ (المؤمنون)

''بلاشبہ ایمان والے فلاح پا گئے''۔

اور آخر میں فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾﴾

''بے شک وہ کافر فلاح نہیں پا سکیں گے''۔

دونوں آیات میں نظم واضح ہے۔

☆ سورۂ صٓ کے آغاز میں فرمایا:

﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ﴿١﴾﴾ (صٓ)

''صٓ، قسم ہے نصیحت والے قرآن کی''۔

آخر میں فرمایا:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾﴾ (صٓ)

''قرآن تو سارے جہان (کے لوگوں) کے لیے نصیحت ہی ہے۔''

☆ سورۃ القلم کے شروع میں نبی اکرم ﷺ کی نسبت عارضۂ جنون کی نفی کی گئی کہ:

﴿مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢﴾﴾ (القلم)

''اللہ کے فضل سے آپ مجنون نہیں ہیں''۔

گویا آخر میں نقل کی گئی مشرکین کی ہرزہ سرائی کا جواب سے پہلے ہی دے دیا گیا۔ آخر سورۃ میں ہے:

﴿وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾﴾

''وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) نبی مکرم مجنون ہے۔''

سورتوں کے فواتح کا ماقبل سورتوں کے خواتم سے ربط

پہلے وضاحت کچھ مثالیں، جیسے سورۃ الواقعہ کے آخر میں فرمایا:

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

''تم اپنے عظیم ربّ کے نام سے تسبیح بیان کرو''۔

اور سورۃ الحدید کے شروع میں فرمایا:

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ﴾ (الحدید: ۱)

''آسمانوں اور زمین کی ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے''۔

اسی طرح سورۃ الفیل میں قریش پر انعام کا ذکر ہوا کہ ان کے دشمن کو نیست و نابود کر دیا گیا اور سورۂ قریش میں فرمایا گیا:

﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ﴾

''انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے ربّ کی عبادت کریں''۔

یعنی ان تمام انعامات کے عوض ان کو اس گھر کے حقیقی مالک کا عبادت گزار بن جانا چاہیے۔

☆ سورۃ الطور کے آخر میں فرمایا:

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾

''رات کو اور ستاروں کے (غروب ہو) جاتے وقت اللہ کی پاکی بیان کرو''۔

اور سورۃ النجم کے شروع میں فرمایا:

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى﴾

''قسم ہے ستاروں کی جب وہ (غروب ہونے کے لیے) جھکیں''۔

ان تمام مثالوں میں نظم و ربط عیاں ہے۔

سورتوں کے فواتح کا باہمی ربط

بسا اوقات ایک سورۂ مبارکہ جن کلمات سے شروع ہو رہی ہوتی ہے ان کا اگلی سورۃ کے ابتدائی کلمات سے ایک خاص ربط ہوتا ہے' جیسے سورۃ الاسراء کا آغاز ان الفاظ سے ہو رہا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ ....﴾ (الاسراء: ۱)

اور اگلی سورۃ' سورۃ الکہف کا آغاز اس طرح ہو رہا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ......﴾ (الکہف: ۱)

یہاں دونوں سورتوں کے فواتح میں کئی طرح سے ربط ہو سکتا ہے' مثلاً یہ کہ تسبیح' تحمید پر مقدم ہوتی ہے' جیسے کہا جاتا ہے کہ:

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

سُبْحَانَ اللّٰہِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ .....(۳۲)

اور دوسرا ربط وہ جو امام زرکشی نے شیخ کمال الدین الزملکانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ سورۃ الاسراء کے شروع میں جو نبی اکرم ﷺ کا خرق عادت معجزہ یعنی واقعۂ معراج بتایا گیا ہے کفار اور مشرکین نے اس کا انکار کیا اور نبی مکرم ﷺ کا انکار اللہ رب العزت کا بالواسطہ انکار ہے' اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو افترا بازی سے منزہ قرار دے کر اس معجزے کو بیان کیا گیا ہے۔

اور سورۃ الکہف میں مشرکین کے سوالوں کے جواب میں کچھ دیر بعد آئی تو اس کی طرف اشارہ کیا گیا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑا' بلکہ اس پر وحی اتارتا ہے اور اپنے نبیؐ کو سچا کر دکھاتا ہے۔ (جاری ہے)

حواشی

(۱) قاسمی کیرانوی' وحید الزمان: القاموس الوحید' ص ۱۶۶۹۔

(۲) فیروز اللغات اردو جدید' ص ٦٨٣۔

(۳) معجم الوسیط' باب النون۔

(٤) قاسمی کیرانوی' وحید الزماں : القاموس الوحید' ص ۱٦۳۹۔

(٥) فیروز اللغات (اردو جدید)' ص ٦٥٣۔

(٦) ابن فارس' احمد : معجم مقاییس اللغۃ' ج٥'ص ٤٢٣' ٤٢٤۔

(٧) ابن منظور' جمال الدین محمد بن مکرم الانصاری : لسان العرب' ج١٤'ص١١٩۔

(٨) مناع القطان : مباحث فی العلوم القرآن' ص ٩٧۔

(٩) سیوطی' جلال الدین عبدالرحمٰن : الاتقان فی علوم القرآن' الجزء الثانی' ص ١٠٨۔

(١٠) البقاعی' ابراھیم بن عمر : نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور' جلد اول' ص ٦۔

(١١) ابن العربی' قاضی ابوبکر : سراج المریدین' بحوالہ الاتقان لسیوطی' ترجمہ: مولانا محمد حلیم انصاری' ص ٣٢٥۔

(١٢) الزرکشی' محمد بن عبد اللّٰہ' بدر الدین : البرھان فی علوم القرآن' جلد١' ص ؛ ٣' محقق نسخہ' ص ١٣١۔

(١٣) فہد فلاحی' عبیداللہ : قرآن کریم میں نظم و مناسبت' ص ١٧۔

(١٤) اصلاحی' امین احسن' مولانا : مقدمہ تدبر قرآن' ص ١٧۔

(١٥) سیوطی' جلال الدین' عبدالرحمٰن : الاتقان فی علوم القرآن' الجزء الثانی' ص ١٠٨۔.

© rasailojaraid.c

(۱۶) سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل القرآن، کتاب فضائل القرآن عن رسول الله ﷺ ح ۲۸۳۱۔
(۱۷) ابن العربی "ابوبکر" القاضی : "سراج المریدین" بحواله زرکشی۔ بدر الدین، محمد بن عبد الله : البرهان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۳۷۔
(۱۸) اصلاحی، امین احسن : مقدمه تدبر قرآن، ص ۲۴۔
(۱۹) فراهی، حمید الدین، مقدمه نظام القرآن، مجموعه تفاسیر فراهی، مترجم، ص ۴۹۔
(۲۰) عطا حسن، سامی، دکتور : المناسبات بین الآیات والسور......، ص ۱۳۔
(۲۱) السامرائی، د، فاضل صالح : التعبیر القرآنی، ص ۶۰، ۶۱ بحواله عطا حسن سامی، دکتور : المناسبات بین الآیات والسور ...... ص ۱۳
(۲۲) ایضاً، ص ۱۹۷
(۲۳) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن : الاتقان فی علوم القرآن، الجزء الثانی، ص ۱۰۸۔
(۲۴) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن : الاتقان فی علوم القرآن، الجزء الثانی، ص ۱۰۸۔
(۲۵) آلوسی، شهاب الدین السید محمود : روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی، ج ۱، ص ۲۷۔
(۲۶) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن : الاتقان فی علوم القرآن، الجزء الثانی، ص ۱۰۹۔
(۲۷) الزرکشی، محمد بن عبداللّٰه، بدر الدین، البرهان فی علوم القرآن، ج ۳، ص ۵۱۵، ۵۱۶۔
(۲۸) الزرکشی، محمد بن عبدالله، بدر الدین : البرهان فی علوم القرآن، ص ۱۴۳۔
(۲۹) الزرکشی، محمد بن عبدالله، بدر الدین : البرهان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۴۱۔
(۳۰) الزرکشی، محمد بن عبدالله، بدر الدین : البرهان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۴۳۔
(۳۱) الزرکشی، محمد بن عبدالله، بدر الدین : البرهان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۴۳۔
(۳۲) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن : الاتقان فی علوم القرآن، الجزء الثانی، ص ۱۱۰۔
(۳۳) الزرکشی، محمد بن عبدالله، بدر الدین : البرهان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۳۹۔

ضروری اطلاع

گزشتہ شمارے میں ذکری جدید نئی دہلی (اسلام کا خاندانی نظام نمبر) کے تعارف میں بتایا گیا تھا کہ یہ خصوصی شمارہ ہمارے پاس محدود تعداد میں موجود ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں کہ اس کا سٹاک اب ختم ہو چکا ہے لہٰذا خواہش مند حضرات متعلقہ ایڈریس پر براہِ راست رابطہ کریں۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

۞ میڈیا کے نامور سکالر جاوید احمد غامدی کے فکری تفردات اور تجدد پسندانہ نظریات کا علمی و تحقیقی تجزیہ

۞ جاوید احمد غامدی کے پیش کردہ روشن خیال تصورِ اسلام کا قرآن وسنت کی روشنی میں علمی محاکمہ

۞ جاوید احمد غامدی کے متجددانہ نظریات پر منفرد اور مستند کتاب

فکرِ غامدی

ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

تالیف:

حافظ محمد زبیر

حافظ طاہر اسلام عسکری

شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی لاہور

۞ معیاری کمپیوٹر کمپوزنگ ۞ اعلیٰ سفید کاغذ ۞ عمدہ طباعت

۞ صفحات: 128 ۞ قیمت: 70 روپے

شائع کردہ: **مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501

email : maktaba@tanzeem.org

website : www.tanzeem.org

© rasailojaraid.com